



SHAMS-UL-ISLAM,
BHERA (Pakistan)

باہتمام ایم غلام حسین - ایڈیٹر - پرنٹر - پبلشر
نوائی برقی پریس سرگودھا سے چھپکر بھیرا (پاکستان) سے شائع ہوا

<p>ماہنامہ شمارہ ۱۹۴۶ جلد ۱۹</p>	<p>شمارہ ۱۹۴۶ ماہنامہ شمارہ ۱۹۴۶</p>	<p>ماہنامہ شمارہ ۱۹۴۶ جلد ۱۹</p>
--	--	--

جلد ۱۹ بحیرہ مغربی پنجاب - بابت ماہ صفر المنظر ۱۳۶۸ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۴۶ نمبر ۱۹

بہارِ مدینہ

(محترم نفیس صاحب چغتائی)

(۱۰)

کرم کیجئے تا جدارِ مدینہ : کہ مدت سے ہوں بے قرارِ مدینہ
مرامِ دعا میرا مقصود یہ ہے : کہ آنکھیں بھی دیکھیں بہارِ مدینہ
پڑی ہے میرے دل کی ویران گھٹی : ادھر بھی اے ابر بہارِ مدینہ
اُسی وقت میں نے سب توڑ ڈالا : کہ جس وقت چھایا خمارِ مدینہ
اے میثرب کے مالک، دو عالم کے آقا : اے شاہِ انم، شہرِ یارِ مدینہ
جن آنکھوں نے دنیا کے دیکھے حوادث : ذرا وہ بھی دیکھیں بہارِ مدینہ
عقیدت سے سجدے میں ل جھک رہی : مستطے مجھ پہ وقارِ مدینہ
محمد کی مے پی کے نیخود ہو اجو : ہے واللہ وہی ہوشیارِ مدینہ
خدا یا مرے دل کا کچھ حال سنئے : سدا رہتا ہے بے قرارِ مدینہ
خدا و ندا ہر شخص ہوا اپنے دل سے : نثارِ محمد، نثارِ مدینہ

خدا جانتا ہے نفیس اپنے دل میں

ہے کس وجہ سے قائم وقارِ مدینہ

نثارِ محمد
نثارِ مدینہ

بہ سوال۔

ضروریاتِ وقت

از فیض صاحب لودھیانوی

نیازی کی ضرورت ہے نہ نازی کی ضرورت ہے : زمانہ جنگ کا ہے۔ آج غازی کی ضرورت ہے

نیاز و ناز کی باتیں ہیں زیبا بزمِ جاناں میں : مگر رزمِ جہاں میں تیغ بازی کی ضرورت ہے

ادیبوں سے کہو اُن کا قلم تلوار بن جائے : صحافت کو فروغ امتیازی کی ضرورت ہے

غریبوں کو ادھر حسنِ طلب درکار ہے لیکن : امیروں کو ادھر بندہ نوازی کی ضرورت ہے

خدا کا نہیں بنتا جو بندوں کا نہیں بنتا : حقیقت کیلئے رنگِ مجازی کی ضرورت ہے

جو زورِ علم سے جوشِ عمل کا راز سمجھائے : ہمیں پھر ایک فخر الدین رازی کی ضرورت ہے

مجاہد بھی ہو عابد بھی ہو تو اللہ کی خاطر : اگر تجھ کو حقیقی سرفرازی کی ضرورت ہے

ندا آتی ہے اب تک کہ بلا کے ذرہ ذرہ سے : حسین ابن علیؑ جیسے نمازی کی ضرورت ہے

سکول کہتے ہیں جس کو موت کا پیغام ہلے دل : برائے زندگی ہنگامہ سازی کی ضرورت ہے

اسی صورت میں رہ سکتی ہے ہستی برقراران کی : مسلمانوں کو تہذیبِ مجازی کی ضرورت ہے
رگ و پے پر اثر جس کا رجز خوانی سے بڑھ کر ہو : وطن کو فیضِ اُس نغمہ طرازی کی ضرورت ہے

بزم انصار ————— و کوائف کارکردگی حزب الانصار

دارالعلوم عربیہ - میں درس و تدریس شروع ہے۔ اور طالبان علوم دینہ حضرت شیخ الحدیث مظلہ کے فیوضات علم سے بہرہ ور ہو رہے ہیں اور قال اللہ وقال الرسول کی خوش کن کوازیں مردہ دلوں میں روح ایمان پیدا کتی ہیں۔ مگر نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حصول دولت خداداد پاکستان کے بعد ہمارا فرض تھا کہ اسلامی تعلیم کو عام کریں۔ اور اپنے بچوں کو حافظ و عالم بنائیں اور خداداد کیم کی خوشنودی حاصل کریں۔ مگر یہ جذبہ مفقود ہو رہا ہے۔ اور دینی تعلیم کی جگہ دنیاوی تعلیم نے لے لی۔ حالانکہ ہر دو کام موجودہ دور میں ہونا ضروری ہے۔

شمس الاسلام کو جاری ہوئے پچیس سال ہو چکے ہیں۔ اس عرصہ میں ہزاروں تند و تیز ہواؤں سے گزرنا پڑا۔ اور اس کی عمر سبائل ابدی نیند سو گئے۔ مگر خداداد کیم کا لاکھ لاکھ شکریہ ہے کہ اسکی باقاعدگی اور مضامین کی مدت کے باوجود حوادث جگر پیش آجائیکے بعد بھی کچھ فرق نہیں آیا۔ اور ہر چہ ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو پوسٹ ہوتا رہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ شمس الاسلام ایک ایسا مجلہ ہے جس میں عام رسائل کے پڑھنے والے اصحاب کیلئے بہت زیادہ دلچسپی کا سامان نہیں مل سکتا کیونکہ نہ تو ہمیں عشقیہ افسانے اور غزلیں ہیں بلکہ خالص خالص مذہبی مضامین پیش کرتا ہے۔ شمس الاسلام جن مقاصد و اغراض کی نگر عالم وجود میں آیا تھا۔ ان میں کوتاہی نہیں کی۔ اور نہ ہی انشاء اللہ العزیز ہو گئی۔

رحمۃ اللعالمین - ماہ ربیع الاول میں سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلوه فرمایا۔ ہرگز نہیں کو نور فرمایا۔ ان مبارک ایام میں ہر مقام پر میلاد النبی کے جلسے منعقد کئے جاتے ہیں۔ اور مقررین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت واسوہ حسنہ پیش کرتے ہیں۔ اور اس موقع پر ادارہ قائدین شمس الاسلام کی خدمت میں **رحمۃ اللعالمین** نمبر پیش کر نیکا فخر حاصل کر سکا۔ جو کہ بہترین مضامین کا مجموعہ ہو گا۔

دعوت انصار - اللہ کریم نے اپنے فضل و کرم سے اس ماہ میں منشی

غلام حسین صاحب اور حاجی فضل کریم صاحب مالک فلوریل کو فرزند ارجمند عنایت فرمائے ہیں۔ منشی صاحب کے لئے کام نام محمد معصوم رکھا گیا ہے۔ منشی صاحب نے فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے چند اجاب ہی کی دعوت نہیں کی۔ بلکہ تمام کارکنان حزب الانصار و مدرسین و طلباء کو دعوت طعام دی۔ ادارہ حزب الانصار ہر دو حضرات کو مبارکباد دیتا ہوا درست بدعا ہے۔ کہ اللہ کسی بے رحم بچوں کو غرض اور سخت سکندر عطا فرمائے۔ آمین :-

شذرات

(اداسر۴)

دفاع پاکستان

اس وقت پاکستان کی نوزائیدہ مملکت کو ہر آفت و مصیبت اور بیرونی حملہ سے بچانے کیلئے اکابر و اساعز سب کی طرف سے کوششیں شروع ہو گئی ہیں۔

اور اس میں شک نہیں کہ دفاع پاکستان کا یہ مسئلہ وقت کا اہم ترین تقاضہ ہے۔ پاکستان اس لئے بنایا تھا کہ ایک ایسا خطہ ملک مسلمانوں کے قبضہ و اختیار میں آجائے جہاں وہ اپنی عظیم اکثریت یا اقتدار کی وجہ سے اس نظام حکومت کو جاری کر سکیں جس کے برحق اور سب نظاموں سے بڑھ کر کامیاب اور باعث امن و اطمینان ہونے پر ان کا ایمان ہے یعنی وہ اس خطہ ملک میں حکومت الہیہ کے بنیادی نظریہ کی مطابق اللہ تعالیٰ کے قوانین و احکام خلافت جاری کر دیں۔ اب ملک کا وہ حصہ ہمارے قبضہ میں آ گیا ہے اور اب اس کے سابقہ نظام کو بدلنے اور نئے نظام حکومت کی تشکیل و ترتیب کا موقع ہے لیکن قبل اس کے کہ آئندہ نظام ریاست کے بارے میں ذمہ دار لوگوں کی طرف سے کوئی قطعی فیصلہ آئینی طور سے ہو جائے۔ حالات کی پیچیدگیوں سے خود اس ملک کو خطرات لاحق ہو گئے ہیں۔ اور اندیشہ پیدا ہونے لگا ہے۔ کہ دشمن اس ملک کو ختم کرنے یا اس کی حدود کو اور بھی تنگ کرنے کیلئے کوئی جارحانہ اقدام نہ کرے۔ اگر خدا نخواستہ یہ صورت حال پیش آئی۔ تو پھر نظام اسلامی کی توقعات بالکل ختم ہو جائیں گی۔ اس لئے پاکستان کے دفاع اور ہر خطرہ سے اس کی حفاظت میں جدوجہد کرنا ایک اہم ترین فریضہ ہے۔ اور تمام وہ طریقے اور تدبیریں استعمال کرنا اس وقت ضروری ہیں جن سے ہم پاکستان کو مضبوط و مستحکم کر سکتے ہیں۔ اور جن کے بعد پھر کسی دشمن کو ہماری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی جرأت و ہمت نہ ہوگی۔ اس سلسلہ میں جس طرح ہم کو مادی ذرائع و وسائل سے کام لینا ہوگا۔ اور ہر قسم کے جدید اسلحہ جنگ کو ہتھیار کرنا۔ ان کا طریق استعمال سیکھنا۔ فوجی ٹریننگ حاصل کرنا۔ عام لام بندی کرنا۔ آگ بجھانے اور ابتدائی طبی امداد کی مشق کرنا وغیرہ وغیرہ ضروری امور ہیں۔ اسی طرح روحانی اور اخلاقی طریقوں کو بھی استعمال کر دینا ایک اہم ترین چیز ہے۔ بلکہ ایک مسلمان کی حیثیت سے پہلی چیز کی بنیاد دوسری چیز کی طرف توجہ کرنا اور اس کی رعایت کرنا ہمارے لئے زیادہ ضروری ہے۔ اب جب کہ خطرات منڈلا رہے ہیں اور کشمیر میں کشمکش موت و حیات جاری ہے۔ الحمد للہ کہ قوم کو احساس ہونے لگا ہے اور دفاع پاکستان کے سلسلہ

کی اہمیت سے غفلت نہیں رہی۔ اور ہر شہر و قصبہ اور گاؤں میں بیداری کے آثار نمایاں ہونے لگے ہیں۔ مگر جہاں تک دیکھا جاتا ہے عوام صرف ایک پہلو پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے یعنی زیادہ تر مادی ذرائع و وسائل کے استعمال پر زور دیا جا رہا ہے۔ اور اخلاقی قوت پیدا کرنے کی طرف ابھی کچھ توجہ نہیں مسلم لیگ اور دوسری سیاسی جماعتوں کے لیڈر، مقامی اور ضلعی حکام سب کے سب پریڈ وغیرہ کے متعلق بار بار تاکید کرتے ہیں۔ بلکہ پوری سختی کیساتھ پریڈ کرتے ہیں۔ اور ایسا کرنا ضروری بھی ہے۔ لیکن قوم کی اخلاقی اصلاح اور اعمال صالح کی پابندی کے متعلق کما حقہ کوئی تاکید نہیں کی جاتی۔ حالانکہ حقیقت اخلاقی برتری اور ایمانی جوش اور صبر و استقامت کا جذبہ صاف پیدا کرنا اور خالص خدا پرستانہ اور متقیانہ زندگی اختیار کرنا اس وقت سب سے بڑھ کر اہمیت رکھتا ہے۔ پاکستان کے استحکام اور ملک کی بنیادوں کو مضبوط رکھنے کے لئے ہم اپنی رائے میں یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ ہر قسم کی جنگی تیاریوں۔ ساز و سامان حرب کی خرید و قوم کو مسلح اور خون حرب میں مشتاق کرنے کے ساتھ ساتھ اس طرف بھی ضرور توجہ دی جائے۔ اور مسلمان قوم کو انفرادی اور اجتماعی طور سے اس راستہ پر گامزن کیا جائے جو صحابہ کرام اور صدراؤل کے مسلمانوں کا راستہ تھا۔ اور جس پر چلنے کے ساتھ دونوں جہانوں کی کامیابی و سرخروٹی یقینی ہے۔ اور یہ کام تب ہو سکتا ہے جب پاکستان کو ایک خالص اسلامی ریاست بنانے کا ہتھ کیا جائے اور اپنی ساری توجہات اسی ایک نفع پر مرکوز کی جائیں یہ ہماری دیانت دارانہ، خیر خواہانہ اور وفادارانہ سوچی سمجھی ہوئی رائے ہے۔ کہ پاکستان کی ظلال و ترقی، اقدام عالم میں سرفرازی و سر بلندی اور اس کے استحکام و تقویت کے لئے پہلے بھی ضروری تھا۔ کہ اس کے ایک ”اسلامی ریاست“ ہونے کا جلدی سے جلدی آئینی طریق پر دستور ساز اسمبلی کی طرف سے اعلان کر دیا جائے۔ لیکن اب جبکہ قائد اعظم مرحوم کی جامع شخصیت کا سہارا بھی باقی نہ رہا۔ سرحد پار سے خطرات کے بادل بھی گرجتے نظر آ رہے ہیں۔ کشمیر میں بھی محکمہ کارزار گرم ہے اور نہ معلوم کب ہم طرح طرح کی آرائشوں کی بھٹی میں ڈالے جائیں اور ہمارے صبر و استقلال اور اخلاقی و انضباطی اقدار کا امتحان لیا جائے گا۔ یہ بات اور بھی ضروری ہو گئی ہے۔ ایسا اعلان ہو جانے کے بعد دستوری اور قانونی تغیرات بہ تدریج اپنے اپنے وقت پر ہونے رہیں گے۔ لیکن اس اعلان سے اصولاً ہمارا نظام حکومت ایک اسلامی نظام میں تبدیل ہو جائے گا۔ مسلم عوام کو جو اس ریاست کی اصل طاقت ہیں قلب و ضمیر کا مکمل اطمینان حاصل ہو جائے گا۔ ریاست کا نصب العین اور اس کے ارتقا کا راستہ متعین ہو جائے گا۔ اور وہ

تمام قوتیں اس راستہ پر کام کرنے کیلئے جمع ہو سکیں گی۔ جو پاکستان کی اخلاقی بحالی اور اس کے مائل انتشار اجڑا سکی وحدت اور اہم تمدنی و معاشی مسائل کے حل اور اس کے دفاع کی مضبوطی کے لئے ضروری ہیں۔ نیز اس سے وہ نظری اختلافات بھی ختم ہو جائیں گے جو ملک کے آئندہ نظام کے متعلق ابھر رہے ہیں اور ذہنی انتشار پیدا کر رہے ہیں۔ موجودہ صوبہ جاتی تعصب اور نسل و وطن کے مہلک جراثیم بھی ہلاک ہو کر ختم ہو جائیں گے۔ اور اسلام کے جلالتیں سے تمام منتشر اجڑا اور ایک جگہ ایک ہی نصب العین کیلئے ایک ہی طریق کار سے کام کرنے کیلئے بندھے جائیں گے۔ اور ساری قوم بنیاد مخصوص بنکر ہر مقابلہ کیلئے تیار کھڑی ہو جائے گی۔۔۔ بس یہ ہے دفاع پاکستان کا ایک کامیاب نسخہ، کیا ملک و ملت کے باختیار و اقتدار کا براں نسخہ شفا کو استحصال کرنے کے لئے تیار ہیں ؟

گاہے گاہے بازخوانِ اس قصہ پاریں را

تاریخ کے اوراق میں ہمارے اسات کے کارنامے آب زر سے لکھے گئے ہیں۔ اور جریدہ عالم پر ہمارے دوام ذکر محمودی ہمیشہ ثبت ہو چکی ہیں۔ ماضی کے ان زریں واقعات کو بار بار پڑھنا اور ہر وقت متحضر رکھنا ”پدرم سلطان بود“ کے نظریہ سے تو درست نہیں لیکن اس قصہ پاریہ کو کبھی کبھی اس غرض کیلئے پڑھنا اور یاد میں لانا ضروری ہے کہ اس سہم میں نیا جوش اور ولولہ عمل پیدا ہو جائے اور سینہ کے داغ تازہ بہ تازہ رہ سکیں۔ اور شاید ان حالات طیبہ اور سبق آموز واقعات کا تکرار اور کثرت مطالعہ کو کبھی ان حضرات کے نقشی قدم پر چلنے کیلئے آمادہ کرے اور ماضی کے آئینہ میں اپنے حال کا چہرہ دیکھ کر اپنے خدو خال کو درست رکھنے اور داغ چھائیاں مٹانے کی کچھ سعی کریں ۔

عجب کیا ہے یہ بڑا غرق ہو کر پھر اُبھر آئے ۔ کہ ہم نے انقلاب چرخ گرداں پوں بھی دیکھے ہیں
واقعه (۱) حضرت فاروقِ عظیم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شام کے علاقے فتح ہوتے گئے۔ اور بڑے بڑے شہر صحابہ کرام کی فوجوں نے فوجوں نے قبضہ کئے۔ دمشق، حمص وغیرہ مقامات سے رومی شکست کھا کھا کر نکلے تھے اور بھاگ کر انطاقیہ میں ہرقل شاہ روم کے پاس پہنچے اور اس سے فریاد کی کہ عرب نے تو تمام ملک شام کو مال کر دیا۔ ہرقل نے اُن میں سے چند ہوشیار و تجربہ کار اور محزن آدمیوں کو دیار میں طلب کیا۔ اور کہا کہ عرب تم سے زد میں حقیقت میں، سو سال میں کم ہیں۔ پھر تم اُن کے مقابلہ میں کیوں نہیں ٹھہر سکتے۔ اس پر سب نے نہایت سے سر جھکا لیا اور کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ لیکن ایک تجربہ کار بڑھے نے عرض کی کہ۔

عرب کے اخلاق ہمارے اخلاق سے اچھے ہیں۔ وہ رات کو عبادت کرتے ہیں۔ دن کو روزے رکھتے ہیں۔ کسی نپٹلم و زیادتی نہیں کرتے۔ ہمیں ہر ایک دوسرے سے برابری کیساتھ ملتا ہے۔ اور ہمارا یہ حال ہے کہ شراب پیتے ہیں۔ بدکاریاں کرتے ہیں۔ اذکار کی پابندی نہیں کرتے۔ باور دل نپٹلم کرتے ہیں۔ اس کا یہ اثر ہے۔ کہ ان کے ہر کام میں جوش اور اشتعال پایا جاتا ہے اور ہمارا جو کام ہوتا ہے۔ محنت اور اشتعال سے خالی ہوتا ہے۔

بڑے دمی نے جو کچھ بیان کیا اس سے مسلمانوں اور رسول کے اخلاق و کردار کا موازنہ کرو۔ حقیقت میرا اخلاق کا یہ باہمی تفاوت تھا۔ جس کی وجہ سے دنیا کی تو میں مسلمانوں سے معوب ہو رہی تھیں اور مقابلہ سے لاچار ہو گئی تھیں۔

واقعہ (۲) ہرقل نے بے شمار فوجیں پورے ساز و سامان سے مسلح شام میں مسلمانوں کیساتھ آخری اور فیصلہ کن لڑائی لڑنے کیلئے جمع کر دی تھیں۔ امیر الافواج حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو ان تمام واقعات اور تیاریوں کی اطلاع ہوئی۔ کیونکہ انہوں نے شام میں جو مقامات فتح کئے تھے وہاں کے امراء اور رئیس ان کے عدل و انصاف کے اس قدر گرویدہ و متعقد ہو گئے تھے۔ کہ مذہب کے اختلاف کے باوجود انہوں نے خود اپنی طرف سے دشمن کی خبر لڑنے کیلئے جاسوس مقرر کر رکھے تھے۔ ان واقعات کی اطلاع پانے کے بعد حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے تمام افسروں کو جمع کیا اور کھڑے ہو کر ایک پُر اثر تقریر کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ مسلمانو! خدا نے تم کو بار بار جانچا اور تم اس کی جانچ میں پورے اترے۔ چنانچہ اس کے صلہ میں خدا نے تم کو ہمیشہ مظفر و منصور رکھا اب تمہارا دشمن اس اس سرو سامان سے تمہارے مقابلہ کیلئے چلا ہے کہ زمین کا نپ اٹھی ہے اب تباہ کیا صلاح ہے۔ اس کے جواب میں فوج کے افسروں نے اپنی اپنی رائیں پیش کیں لیکن آخر کار بحث و تمحیص کے بعد فیصلہ اس پر ہوا۔ کہ وہ فی الحال حمص کو چھوڑ کر دمشق روانہ ہوں۔ وہاں حضرت خالد بن ولید بھی موجود ہیں اور عرب کی سرحد قریب ہے یہ ارادہ تمہارا چکا تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حبیب بن مسلمہ کو جو افسر خزانہ تھے بلا کر فرمایا کہ عیسائیوں سے جو جزیہ یا خراج لیا جاتا ہے اس معاوضہ میں لیا جاتا ہے کہ تم ان کو ان کے دشمنوں سے بچا سکیں لیکن اس وقت ہماری حالت ایسی نازک ہے کہ تم ان کی حفاظت کا ذمہ نہیں اٹھا سکتے اس لئے جو کچھ ان سے وصول ہوا ہے سب ان کو واپس دیدو۔ اور ان سے کہدو کہ تم کو تمہارے ساتھ جو تعلق تھا اب بھی ہے لیکن چونکہ اس وقت تمہاری حفاظت کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے اس لئے جزیہ جو حفاظت کا معاوضہ ہے تم کو واپس کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کئی لاکھ کی رقم جو وصول ہوئی تھی کل واپس کر دی گئی۔ عیسائیوں پر اس واقعہ کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ روتے جاتے تھے اور

جوش کے ساتھ کہتے جاتے تھے کہ خداتم کو واپس لائے۔ یہودیوں پر اس سے بھی زیادہ اثر ہوا۔ انہوں نے کہا تورات کی قسم؟ جب تک ہم زندہ ہیں میرے حصے پر قبضہ نہیں کر سکتا۔ یہ لکھ کر شہر پناہ کے دروازے بند کر دئے اور ہر جگہ چوکی پہرہ بٹھا دیا۔

ابو عبیدہؓ نے صرف حصے والوں کیساتھ یہ بڑاؤ نہیں کیا۔ بلکہ جس قدر اضلاع فتح ہو چکے تھے ہر جگہ لکھ بھیجا کہ جزیہ کی جس قدر رقم وصول ہوئی ہے واپس کر دی جائے (فتوح البلدان بلاذری ص ۱۳۷ و کتاب الخراج امام ابو یوسف ص ۸۱)

ف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے یہی اخلاق اور ذرائع و ذمہ داریوں کا احساس تھا۔ جس کی وجہ سے مفتوحہ ممالک کے باشندے ان کے گردیدہ بن گئے تھے۔ اور انہوں نے اس پاک باز جماعت کو محنت کے فرشتے سمجھا۔ اور اسی کو اپنے لئے سعادت و نیک بختی یقین کیا کہ ایسے عادل و منصف لوگوں کے نظام حکومت میں دن گزاریں۔ اور اپنے ہم مذہب رومیوں پر ان کو ترجیح دی۔

واقعہ (۳) یرموک کے میدان میں جب دو لاکھ رومی فوج کے مقابلہ کیلئے مسلمانوں کا تیس ہزار کی تعداد میں لشکر نکلا آیا۔ اور پہلے دن کچھ ابتدائی اور انفرادی لڑائی لڑی گئی اور مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا۔ تو رات کو رومی لشکر کے سالار اعظم ہامان نے اپنے سرداروں کو جمع کر کے کہا۔ کہ عربوں کو ملک شام کی دولت و نعمت کا مزہ پڑ چکا۔ بہتر یہ ہے کہ مال و زر کی طمع دلا کر ان کو یہاں سے ٹالا جائے۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ دوسرے دن ابو عبیدہؓ کے پاس قاصد بھیجا کہ کسی معزز افسر کو ہمارے پاس بھیج دو۔ ہم اس سے صلح کے متعلق گفتگو کرنی چاہتے ہیں۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت خالدؓ کو انتخاب کیا۔ قاصد جو پیغام لیکر آیا۔ اس کا نام جاسع تھا۔ جس وقت وہ پہنچا شام پہنچ چکی تھی۔ درادیر کے بعد مغرب کی نماز شروع ہوئی مسلمان جس ذوق و شوق سے تکیہ کہہ کر کھڑے ہوئے اور جس محویت و متفرق سکون و وقار و ادب و خضوع سے انہوں نے نماز ادا کی۔ قاصد نہایت حیرت و انتخاب کی نگاہ سے دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ جب نماز ہو چکی تو اس نے اگر حضرت ابو عبیدہؓ سے چند سوالات کئے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ تم عیسائی کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہو۔ ابو عبیدہؓ نے قرآن مجید کی یہ آیتیں پڑھیں یا اهل الكتاب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی اللہ الا الحق انما المرسلون المرسلون رسول اللہ و کلمۃ القاھا الی مریم لن یستنکف المرسلون ان یشکروا عبد اللہ ولا الملائکۃ المقربون۔ مترجم نے

آیات قرآنیہ کا ترجمہ کیا تو جارج بے اختیار پکار اٹھا کہ بے شک عیسیٰ علیہ السلام کے ہی اوصاف ہیں اور بیشک تمہارا پیغمبر سچا ہے۔ یہ کہہ کر اُس نے کلمہ توحید پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ وہ اپنی قوم کے پاس جانا بھی نہیں چاہتا تھا لیکن حضرت ابو عبیدہؓ نے اس خیال سے کہ مدیوں کو بد عہدی کا گمان نہ ہو مجبور کیا اور کہا کہ کل یہاں سے جو سیفر جائیگا اس کیساتھ پھر چلے آنا۔ یہ جارج پھر مسلمانوں کی فوج میں شامل ہو کر مدیوں سے مردانہ وار لڑا اور شہید ہوا۔

ف۔ میدان جنگ میں تلواروں کے سایہ میں نماز پڑھنے اور دربار خداوندی میں صف بستہ کھڑے ہو کر عہد غلامی کو استوار کرنے کی عادت تھی۔ جس کو دیکھ کر بارہ غیروں پر مسلمانوں کا رعب پڑ گیا۔ اور سعید الفطرت لوگ اسی منظر کو دیکھ کر متاثر ہو جاتے اور اسلام قبول کر لیتے۔ کاش کہ اب بھی ہم مسلمان ان حضرات کی پیروی کر کے نماز کی اہمیت کو سمجھیں۔ اور خشوع و خضوع اور پابندی کے ساتھ ہر حالت میں نماز ادا کرنے کو ضروری یقین کریں۔

واقعہ (۴) اسی میدان یرموک کا واقعہ ہے۔ کہ دوسرے دن حضرت خالدؓ کا صہبن کر مدیوں کی لشکر گاہ میں گئے۔ مدیوں نے اپنی شوکت دکھانے اور مرعوب کرنے کیلئے بہت کچھ تیاری کی تھی۔ لیکن خالدؓ بڑی بے پروائی اور اہد تحقیر کیساتھ کسی قسم کا اثر لئے بغیر باہن سالار افواج روم کے خیمے کے پاس پہنچے اس نے نہایت احترام کے ساتھ استقبال کیا اور لاکھ اپنے برابر بٹھایا مترجم کے ذریعہ سے گفتگو شروع ہوئی۔ باہن نے تقریر شروع کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف کے بعد ترقی کرنا مایا۔ اور فخر سے کہا کہ ہمارا بادشاہ تمام بادشاہوں کا شہنشاہ ہے۔ مترجم ان الفاظ کا پورا ترجمہ نہیں کر چکا تھا کہ خالد نے باہن کو مدد دیا۔ اور کہا کہ تمہارا بادشاہ ایسا ہی ہوگا لیکن ہم نے جن کو مردار بنا رکھا ہے اس کو ایک لحظہ کے لئے اگر بادشاہی کا خیال آئے تو ہم فوراً اس کو منہ زل کر دیں۔ اس کے بعد باہن نے اور تقریر شروع کی۔

ف۔ حضرت خالدؓ کا ارشاد کدہ جملہ قابل غور ہے اس سے اچھی طرح وضاحت ہو جاتی ہے۔ کہ اسلام میں خلیفہ کی حیثیت کیا ہوتی ہے۔ کیا وہ ”بادشاہ“ ہوتا ہے۔ کہ جو چاہے کرے۔ اور جس طرح حکم چاہے چلائے یا کسی دوسرے ”بادشاہ“ کا نائب ہوتا ہے کہ اس بادشاہ کے احکام و قوانین نافذ کرنا اور اس کی مرضی پوری کرنا ہے۔ و حقیقت اسلام میں شہنشاہی و حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ذات واحدہ کو ثابت ہے۔ اور اس بادشاہ حقیقی کے احکام و قوانین کو اُس کے ملک میں جاری و نافذ کرنے کے لئے مسلمانوں کا خلیفہ

ایک نائب الحکومت کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔ وہ صرف خدا کی مرضی کے مطابق کار و بار سلطنت اور نظام ملک چلاتا ہے اور بس۔ وہ قوم کا ایک خادم ہوتا ہے۔ اور اپنے آرام و راحت کو افراد قوم کو آرام بتیا کرنے کی خاطر قربان کیا کرتا ہے۔ اسے قوم کے ہر ممبر کے تنگے اور محتاج کے بھوک دیاں اور عریانی و احتیاج کا ہر وقت احساں ہوتا ہے۔ وہ اس وقت رات کو پہرہ داری اور کئی کوچوں میں گشت کرنا اپنا فریضہ سمجھتا ہے جب کہ سارے لوگ خواب راحت میں پڑے مزے لے رہے ہوں حضرت خالدؓ نے ہاتھ کو روک کر بالکل صحیح فرمایا تھا کہ ہمارے سردار کو ایک لحظہ بھی بادشاہی کا خیال نہیں آتا۔ واقعی حضرت فاطمہؓ اعظم رضی اللہ عنہا ایسے ہی سردار تھے۔ اب ہماری تو صدق دل کے ساتھ یہ دعا ہے کہ خدا کرے ہمارے پاکستان کے سردار بھی بادشاہی کے ٹھاٹھ چھوڑ کر فاروقی نقش قدم پر چلنا شروع کر دیں۔ اور جس دن یہ ٹھہرا، اس دن پاکستان اقوام عالم کی صفوں میں سب سے بلند و مرتبہ چل کر سکے گا۔ اور تمام دنیا کی حکومتوں کے لئے ایک مثالی ریاست بن جائے گی۔ ربنا و ققبل دعائیہ

خلیفہ اسلام کی اطاعت مشروط ہے

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام کے اتفاق اور جماعی فیصلہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ اسلام اور امیر جماعت منتخب ہوئے۔ اور تمام صحابہ کرام نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی مسجد میں جب بیعت عامہ ہوئی۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر بیٹھ کر ان الفاظ میں اپنے آئندہ طرز عمل کی توضیح فرمائی۔

ایھا الناس فآئی قد ولت علیکم و
لست بنجیرکم فان احسنت فاعینونی
وان اسأت فقومونی الصدق امانہ
والکذب خیانة والضعیف فیکم قوی
عندی حتی ان ینح علیہ حقہ ان شاء اللہ
والقوی فیکم ضعیف عندی حتی اخذ
الحق ان شاء اللہ لا یدع قوم الجہاد

اے مہاجرو! میں تم لوگوں پر حاکم مقرر کیا گیا ہوں۔
حالانکہ میں تم لوگوں میں سب سے بہتر نہیں ہوں۔
اگر میں اچھا کام کروں تو میری اعانت کرو اگر بُرائی کی
طرت جاؤں تو مجھے سیدھا کرو۔ صدق امانت ہے اور کذب
خیانت ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ تمہارا ضعیف فرد بھی میرے
نزدیک قوی ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کا حق واپس لا لیا
اور انشاء اللہ تمہارا قوی فرد بھی میرے نزدیک ضعیف

فی سبیل اللہ الاضربہم اللہ بالذل ولا
تشیع الفاحشۃ فی قوم ط الاعمہم
اللہ بالبلاء واطیعونی ما اطعت
اللہ ورسولہ فاذا عصیت اللہ و
رسولہ فلا طاعۃ لی علیکم قوموا الی
صلو تکم برحکم اللہ (طبقات ابن سعد)

یہاں تک کہ میں اس دوسروں کا حق و ملا دوس جو قوم جہاد
فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے۔ انکو خدا ذلیل و خوار کر دیتا ہے اور
جس قوم میں بدکاری عام ہو جاتی ہے۔ خدا انکی مصیبت کو
بھی عام کر دیتا ہے۔ میں خدا اور اس کے رسول کی اطاعت
کروں تو میری اطاعت کرو لیکن جب خدا اور اس کے رسول
کی نافرمانی کروں۔ تو تم پر میری اطاعت نہیں۔ اب ناز کیلئے کھڑے
ہو جاؤ۔ خدا تم پر رحم کرے۔

اس تقریر کا ہر جملہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ مسلمانوں کے امیر و رہنما کا مارت کی ذمہ داری قبول
کرتے ہی قوم کے سامنے جو کچھ بنیادی چیزیں پیش کرنی چاہئیں انہوں نے ان کا ذکر فرمایا ہے خط کشیدہ
الفاظ میں انہوں نے صاف و صریح طور سے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ مسلمانوں کو اپنے امیر کی اطاعت
دو فاداری اس وقت تک ضروری ہے جب تک کہ وہ خدا اور رسول کے احکام کی اطاعت خود کر
رہا ہو اور حکم خدا و رسول کے مطابق ہی کسی کام کے کرنے کا امر کر رہا ہو۔ اور اگر وہ خود اللہ و رسول کا
نا فرمان ہو تو پھر اس کی فرمان برداری مسلمانوں پر لازم نہیں رہتی۔ الخرض خدا و رسول کی وفاداری تو بلا شرط
ہے اور خدا و رسول کے علاوہ جس کسی کی اطاعت بھی کی جاتی ہے تو وہ اس شرط کے ساتھ ضرور مشروط
ہوگی۔ کہ اس اطاعت سے خدا و رسول کے حکم کی نافرمانی تو نہیں ہوتی۔ اور کوئی ایسا کام تو نہیں ہو رہا
جس سے خدا و رسول ناراض ہوتے ہیں۔

لودیانہ کی مشہور دکان۔ قائم شدہ ۱۹۳۹ء
ریاض ایک ڈپو بھلوال

ہم مشرقی پنجاب کی شورش میں اپنا سب کچھ تباہ کرنے کے بعد آپ کے علاقہ میں آئے ہیں۔ لہذا
ہماری تجارت کو فروغ دینا آپ کا اولین فرض ہے۔ (بینچ)

انسان اور شیطان

(۵)

پہلا مشیر

(اداسہ)

جب ابلیس اپنے خطبہ صدارت میں اپنی کامیابی اور انسانوں کی ذلت و خواری پر یوں ڈینگیں مارتا ہے تو اس پر پہلا مشیر اپنی رائے اور اپنے خدشات یوں پیش کرتا ہے :

اسمیں کیا شک ہے کہ حکم ہے یہ ابلیسی نظام : پختہ تر اس سے ہوئے خوں غلامی میں عوام ہے ازل سے ان غریبوں کے مقدر میں سجدہ : انکی فطرت کا تقاضہ ہے نماز بے قیام آرزو اول تو پیدا ہو نہیں سکتی کبھی : ہو کہیں پیدا تو مر جاتی ہے یا رہتی ہے خام مغربی اقتدار کے پیدا کئے ہوئے فساد نے دنیا کی تمام قوموں کے مزاج کو فاسد کر دیا ہے۔ اس وقت روئے زمین پر کوئی ایسی طاقت و قوم یا جماعت موجود نہیں جو ابلیسی نظام کی سطحی خوبیوں و آسائشوں اور دلفریب و دعویوں پر فریفتہ نہ ہو۔ جو ان مغربی قوموں کے عقائد و نظریات اور اثر و اقتدار کی لالی ہوئی تباہیوں و بربادیوں کا شعور و ادراک رکھتی ہو اور جو ان کے جاہلی فلسفہ اور مادی نظام زندگی کی مخالفت ہو۔ ایسی قوم یا جماعت نہ یورپ میں ہے۔ نہ افریقہ میں۔ نہ مشرق میں ہے اور نہ مغرب میں۔ ساری دنیا انہی کے اقتدار کے سامنے عاجزانہ و مرعوبانہ گھٹنے ٹیکے ہوئے ہے۔ اسی ماہ پرستانہ نظام حیات کی قابل و محققہ ہے۔ لادین قوموں اور حکومتوں نے انسانوں کو مذہبی حاسہ سے محروم کر دیا ہے۔ خدا طلبی کی جگہ دنیا طلبی کے بحران نے لے لی ہے حقیقی انسانی کمالات کی طلب و جستجو سے دل و دماغ خالی ہیں۔ مادیت کے تغرق و انہماک نے مذہب و ترقی یافتہ انسانوں کو نفس و شیطان کا پجاری بنا دیا ہے۔ رہے وہ اللہ کے بندے جو اس زمانہ میں بھی مذہب و اخلاق کی صحیح روح، حق و صداقت کا دلولہ، خدا پرستی و نیک عملی کا جذبہ اور جہاد فی سبیل اللہ کی تڑپ رکھتے ہیں۔ اور جو اسلامی ممالک میں ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ وہ اتنے

بیدار و منظم اور طاقتور نہیں کہ ایسی نظام سے نکلے سکیں اسلئے وہ جہاں بھی ہیں اپنے دین و اخلاق کو نبھالے اور محفوظ کئے ہوئے بیٹھے ہیں۔ انکو کہیں بھی مادی و سیاسی اقتدار حاصل نہیں۔ کسی ملک میں بھی عوام ان کے اثر و اقتدار میں نہیں۔ پھر ایسی نظام حکم کیوں نہ ہو۔ اس کے حکم ہونے کا سبب یہ ہے کہ اس نظام نے ہر جگہ عوام کو خوئے غلامی میں پختہ بنا رکھا ہے۔ یہ عوام غلامی پر مہرے ہیں۔ اور آزادی سے نفرت کرتے ہیں۔ انکو اپنے جیسے انسانوں کی غلامی اور خوشامد و چالوسی میں مزا آتا ہے۔ یہ اپنے آقاؤں کی اطاعت و وفاداری پر اپنا سب کچھ قربان کر دینے میں خفر محسوس کرتے ہیں۔ یہ روٹی کے ٹکڑے پر جان دیتے ہیں۔ عوام کو اپنی اپنی حکومتوں کا بچاری اپنے اپنے ملکوں کا عاشق اور اپنے اپنے قومی مفاد کا دلدادہ بنا دیا گیا ہے۔ دنیا بھر کے عوام قومی مفاد کے بت کی پوجا کر رہے ہیں۔ اور حیوانوں کی طرح اپنے پیٹ بھر رہے ہیں۔ ان غریبوں کے مقدر میں بس یہی ہے کہ جبھی دولت و اقتدار کا مالک ہو اسی کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں۔ ان کا معبود "طاقت" ہے اور ان کا مذہب خوشامد و چالوسی ہے۔ ان کی فطرت ہی غلامانہ بنا دی گئی ہے۔

غلامی پسند عوام | دنیا کی قوموں نے اپنی رہنمائی اور قیادت کی باگ ڈور ان لیڈروں کو دے رکھی ہے جو بے دین، عیاش، فاسق، جھوٹے، فزیری

اور ظالم و مفسد ہیں۔ ہر ملک کے عوام لیڈر پرست، اذوق عمل سے محروم، اندھی تقلید کا شکار، جمود و ضمود پسند سطح بین، جذبات کے بندے اور خوبیت و ذہنی پستی کا مرقع ہیں۔ حقیقت پر وہی اور حقیقت بندی دونوں سے دور ہیں، مخلص اور ریاکار میں تمیز کرنے کی صلاحیت اور کوئی معیار ہی نہیں رکھتے۔ ان کی ساری زندگی روٹی، کپڑے اور عورت کی تلاش و جستجو میں ختم ہو جاتی ہے۔ وہ روٹی کپڑے، مکان اور عورت سے زیادہ اور کچھ نہیں چاہتے۔ ان کا کم خوردہ دماغ اس سے آگے جا ہی نہیں سکتا۔ ان کی ساری دھنیا مادی چیزوں تک محدود ہیں۔ مرتے دم تک ان کے دل و دماغ پر مکان، دکان، زمین، ملازمت اور عورت سوار رہتی ہے۔ ضد کیا ہے؟ یہ دنیا کیا ہے؟ انسان کیا ہے؟ دین و اخلاق کسے کہتے ہیں؟ مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ دنیا میں کیا ہو رہا ہے اور کیا ہونا چاہئے؟ اور عصر حاضر کے تقاضے کیا ہیں؟ ان کی جانے بلا۔ اگر ان چیزوں کی طرف انکو کوئی اللہ کا بندہ توجہ دلائے تو اسے کاٹنے کو دوڑتے ہیں۔ اس کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور ملک و ملت کا غدار بتلاتے ہیں۔

پھر ان میں یہ آرزو کیسے پیدا ہو سکتی ہے کہ دنیا سے کفر و شرک کا زور ختم ہو۔ ائمہ کفر و ضلالت

کے اثر و اقتدار کو خاک میں ملایا جائے۔ دنیا کو بے دینی اور مادہ پرستی سے کھینچ کر دین و اخلاق اور روحانیت کی طرف لایا جائے۔ زمین میں امن و انصاف قائم ہو۔ خدا پرستی و نیک عملی کا چلن ہو۔ اول تو اس قسم کی آرزو کسی قوم یا فرد کے دل میں پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ تمام فکری صلاحیتوں اور عملی قوتوں پر اخلاقی موت طاری ہے۔ اگر کسی طرح پیدا ہو بھی جائے تو یا تو وہ مر جاتی ہے یا خام رہتی ہے۔

دیندار مسلمانوں میں یہ غلط خیال صدیوں سے پھیل رہا ہے کہ اسلام میں نجات

نجات کا غیر اسلامی تخیل

کا مفہوم محض انفرادی ہے۔ یعنی ایک دیندار اور خدا پرست مسلمان کی تمام تر کوشش یہ ہونی چاہئے کہ وہ اپنے نفس کی اصلاح کرے اور کسی طرح اسکی نجات ہو جائے دوسروں کی نجات سے اسے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے۔ اپنی اصلاح و نجات کی فکر کا شیطان نے دینداروں کو ایسا جھانسا دیا کہ اللہ والے صدیوں سے اپنی مسجدوں اور خانقاہوں میں بیٹھے ہوئے اپنے سینوں کو صاف کر رہے ہیں مگر وہ صاف ہی ہونے میں نہیں آتے دنیا میں ہر طرف مگر اہی پھیل رہی ہے۔ مگر یہ ہیں کہ اپنے اذکار و اشغال میں دنیا و مافیہا سے بیخبر ہیں۔ دینداروں کی محفلوں میں اگر دنیا کی مگر اہیوں اور فتنوں کا ذکر ہو تو کہا جاتا ہے کہ میاں تمہیں دوسروں سے کیا لینا ہے۔ تمہیں اپنی نجات کی فکر کرنی چاہئے۔ عوام کی زبانوں پر ایسے معمول پر یہ شعر آ جاتا ہے۔

”تجھ کو پرانی کیا پٹری اپنی نمیر پڑ تو“

یہ تخیل سراسر غیر اسلامی اور ضلالت نواز ہے۔ امت مسلمہ تو دنیا میں برپا ہی اسلئے کی گئی کہ وہ دنیا میں نیکی اور عدل و انصاف کو قائم کرے اور بدی و ظلم و فساد کو مٹائے۔ قرآن پاک مسلمانوں سے دنیا کی اصلاح کا کام لینا چاہتا ہے۔ ان کا نصب العین یہ بتلاتا ہے کہ وہ دنیا سے تمام ظالمانہ و مفسدانہ نظامات کو مٹا کر اسلام کا عادلانہ و مصلحانہ نظام قائم کریں۔ یہی جہاد فی سبیل اللہ اور سب سے بڑی عبادت ہے۔ مگر شیطان نے یہ پٹی پڑھا رکھی ہے کہ ہمیں اپنی اصلاح و نجات کی فکر کرنی چاہئے۔ یہ نکتہ کسی کے ذہن میں نہیں آتا کہ بگڑی ہوئی دنیا میں باطل نظام کے ماتحت گندہی اور فاسد سوسائٹی اور خدا سے پھرے ہوئے لوگوں کی قیادت و رہنمائی میں اگر قیامت تک بھی چلے، مراقبہ اور وظیفے کئے جائیں اور نفس کشی کے کتے ہی زبردست پروگرام چلا جائیں ایک زندگی میں بھی انقلاب پیدا نہیں ہو سکتا۔ صحیح صورت یہ ہے کہ اپنی اور دوسروں کی اصلاح کا کام ساتھ ساتھ کیا جائے۔ دوسروں کی اصلاح میں ہی اپنی اصلاح کا راز مضمر ہے۔

چونکہ اقوام عالم میں بالعموم اور مسلمان دینداروں میں بالخصوص انفرادی نجات کا تخیل چل رہا ہے۔ اس لئے عوام میں اصلاح عالم اور خدمت خلق کی آرزو پیدا ہی نہیں ہو سکتی کسی بلند پاکیزہ اخلاقی اور روحانی نصب العین کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے، اقدام عمل کی صلاحیتیں مجروح اور بے جان ہو چکی ہیں اور ان کے قوائے فکریہ پر موت طاری ہے۔ (باقی آئندہ)

عرفان قرآن

(مولوی خدام بخش کوثر شی نائل ساکن ڈہلی)

(سلسلہ اشاعت ماہ اکتوبر ۱۹۲۸ء)

ایاک نستعین

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

توکل قلبی عمل ہے۔ یعنی قلب میں یہ یقین جاگزیں ہو کہ مجھ میں اور کسی شے میں نہ اثر ہے نہ قوت ہے۔ نہ حرکت ہے۔ تمام اشیاء میں اثر و قوت حق تعالیٰ ہی پیدا کرتے ہیں جس طرح میرے خالق ہیں میرے افعال کے بھی خالق ہیں۔ واللہ خلقکم وما تعملون

میرے اقتضا و فطرت کے مطابق افعال کی تخلیق کرتا ہے میرا اقتضا میرا اختیار ہے لیکن فعل کی تخلیق حق تعالیٰ کی جانب سے ہو رہی ہے اس لئے اسباب یقینی (قطعیہ) کے استعمال و اختیار کا مجھے حکم ہے حکم کے تحت میں ان کو استعمال کر رہا ہوں۔ جانتا ہوں کہ اگر مجھے اولاد کی خواہش ہے تو جماع کو ترک نہیں کر سکتا۔ بھوک کی تشفی کے لئے لالہ کا اٹھانا اور اس کا چبانا اور خلق سے نیچے اتارنا قطعی ضروری ہے۔ اس لئے توکل ترک و تعطل کا نام نہیں۔ خاص علم و حالت کا نام ہے۔ خاص کیفیت قلبی کا نام ہے۔ خوب ذہن نشین کر لیا جاوے۔

توکل۔ بتئل۔ اور تعطل میں امتیاز ضروری ہے۔ توکل اس یقین کا نام ہے کہ ہاتھ میں تھمت۔ حرکت۔ فعل سب حق تعالیٰ ہی کے حکم سے پیدا ہوئے ہیں۔ اسی کی مشیت اور

ارادہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ وہ چاہے تو لڑالہ منہ تک نہ پہنچے و ۱۰۔ ہاتھ بٹھل ہو جائے۔ اس لئے نظر اس کے فعل اور فضل پر ہے۔ اپنے نفع بازو پر نہیں۔ کسب پر نہیں۔ دست بکار و دل بیاہ لہذا توکل ترک اسباب نہیں۔ ترک رویت اسباب ہے۔
آیتہ: یبتغون فضل من اللہ و اخوانا۔

مبادیات کے سمجھنے کے بعد رزق کا مسئلہ پر زرا غور کرو۔

رزق کا ذمہ حق تعالیٰ نے لیا ہے۔ و ما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقھا صرف ذمہ داری پر اکتفا نہیں۔ قسم بھی کھائی ہے۔ صرف قسم پر اکتفا نہیں کیا۔ مثال بھی بیان فرمائی۔ فی السماء سہر قلم و ما اوعد و فی رب السماء و الارض انه لبحی مثل ما انکم تنطقون ۹ حق تعالیٰ ان کو بھی رزق دیتا ہے۔ جو غفلت و معصیت میں مبتلا ہیں فسق و فجور میں پھر رہیں۔ پھر جو اسکی اطاعت و رعایت کرتے ہیں۔ کیسے محروم رہ سکتے ہیں۔

۱۰ دوستان یا کجا محروم تو بادوستان نظر داری (سعدی)

بدنبال روزی چہ باید دوید: تو بنشین کہ روزی خود آید پدید - (رومی)

بہر حال اتباع نبوت اس میں ہے، کہ رزق کی طلب میں بقدر امکان کوشش کرو۔

اجملو فی الطلب کو پیش نظر رکھ کر خوب یاد رکھیں کہ ہماری (طلب) رزق کے حصول کا مفصل سبب یا قطعی علت نہیں۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی شارح فتوح الغیب نے اس مسئلہ کو اجمالاً خوب ادا کیا ہے۔

بعد از طلب ے یا بی امانہ بہ طلب ے یا بی

لہذا جستجو کو مراد یا بی کی مستقل علت قرار نہ دیا جائے۔ کیونکہ انحصار خدا کے فضل پر ہے۔

ہاں جستجو بقدر استطاعت کی جاوے

اگر روزی بہ دانش بر فرودے

ز ناداں تنگ تر روزی نہ بودے

بہ ناداں آ پنچاں روزی رساند

کہ داناں اندر آں حیراں بمساند (سعدی)

عادت و حکمت الہی کا تقاضا ہے کہ حرکت میں برکت ہوتی ہے۔ توکل ثمرہ توحید کا ہے۔ توحید کا علم یقین حاصل کرنے کے بعد توکل کی کیفیت پیدا ہو سکتی ہے ورنہ ناممکن۔
شیطان دشمن انسان ہے۔ اعتماد علی الخلق کر کر شرک کر رہا ہے۔ توکل کے مقام سے گرا دیتا ہے۔ لہذا صبر و توکل و توحید کا علم یقین نہایت ضروری ہے۔

نعم اجر العالمین الذین صبرو و علیٰ ربہم یتوکلون ہ لہذا اعمال صالحہ میں سے صبر و توکل عظیم شان عمل ہے۔ جو کہ توحید کے علم کا ثمرہ ہے۔ لہذا استعانت کا تیسرا طریقہ مصائب پر صبر کرنا ہے۔ دنیا دار الحزن ہے دار الحزن ہے۔ غم کی وادی ہے۔ سجن و قید خانہ ہے شاہ ہو کہ گدا سب غم و ہم میں مبتلا ہیں۔ ہدف بلا ہیں۔ لعل خلق الانسان فی کبد۔ چونکہ حق تعالیٰ ہماری مختلف قسم کے غموں سے آزمائش کرتا ہے۔ مصیبت میں مبتلا کرتا ہے۔ اس لئے وہی ہم کو مصائب سے بچنے کا طریقہ بھی بتاتے ہیں۔ اور مصائب پر صبر کرنے کا طریقہ بھی ارشاد فرماتا ہے۔ کیا حکمانہ ارشاد ہے۔ (باقی آئندہ)

دھند۔ جالا لکڑے ضعف بصر
وغیرہ جملہ امراض چشم کیلئے
اکسیر بے نظیر ہے۔ ہزاروں

سُرمۂ قرۃ العین

اشخاص استعمال کر کے شفا یاب ہو چکے ہیں۔ قیمت فی شیشی ۴۰ نمونہ ۸

مکینے کا پتہ ناظم امرتسری دوا خانہ ۱۹ ہلاک سرگودھا

سرخ نشان ۵ دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کار سالہ
بندوبست دی پی اسال ہوگا جس کے زائد اخراجات سے بچنے کیلئے بہتر صورت یہ ہے
کہ آپ اپنا چندہ بندوبست منی یا روپیہ میں خریداری منظور ہو تو اطلاع دیں۔ خدا راوی پی دایں فرما کر ایک اسلامی ادارے
کو ذاتی نقصان پہنچائیں خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حال ضرور دیں۔ غلام حسین مدنی خیر سمس الاسلام

حالات حاضرہ کے متعلق حیدر قرآنی ہدایات

کتاب حکمت کے چند نسخے

(اداسہ)

(گزشتہ سے پیوستہ)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا الْقِيَمَةُ
الَّذِينَ كَفَرُوا وَاسْخَفًا تَوَلَّوْا
هُمْ أَجْدَا سِرَّةً وَمَنْ يُولِيهِمْ
يَوْمَئِذٍ دُبْرَهُ إِلَّا مَتَحَفًا
لِقَتَالٍ أَوْ مَتَحِيزًا إِلَى فِتْنَةٍ فَقَدْ
بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَا وَدَّ
جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ

اے ایمان والو! جب کافروں کے لشکر سے تمہاری ٹھہ بیٹھ ہو جائے
تو انہیں پیٹھ نہ دکھاؤ (سینہ سپر ہو کر مقابلہ کرو) اور جو کوئی ایسے
موقع پر پیٹھ دکھلا دینا۔ ہاں مگر جو کوئی جنگی چال کے طور پر
یہ کرے یا اپنے گرد ہوں میں سے کسی گروہ سے جا ملنے کیلئے ایسا
کرے تو وہ مستثنیٰ ہے۔ باقی جو کوئی ایسا کر جائے۔ تو وہ
اللہ کے غضب میں گھر جائیگا اور اسکا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور جس کا
دورخ ہو تو اس کے پیچھے کی جگہ کیا ہی بُری جگہ ہے۔

آیت مندرجہ بالا کا مضمون بالکل واضح ہے۔ میدان جنگ میں جب کافروں کے لشکر کیساتھ
مسلمانوں کو مقابلہ درپیش ہو اور دونوں فرجیں آنے سے سانس نہ ہو کر بوسر پیکار ہوں تو ایسے موقع پر لڑائی سے
بھاگنا سخت گناہ کی بات ہے۔ اس آیت کی رو سے فرار عن النحف یعنی بھگدڑ حرام
ہے۔ اور اس فرار کو کبیرہ گناہ ہوں میں سے شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ارشاد
فرماتے ہیں کہ تین گناہ ایسے ہیں کہ ان کے ساتھ کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی۔ ایک شرک۔ دوسرے والدین
کی حق تلفی و نافرمانی۔ تیسرے میدان قتال فی سبیل اللہ سے فرار۔ اسی طرح آثار و حدیث میں سات
بڑے گناہوں کا ذکر کیا ہے جو انسان کیلئے تباہ کن اور اس کے انجامِ اخروی کیلئے غارت گریں ان میں
سے ایک گناہ بھی ہے کہ آدمی کفر و اسلام کی جنگ میں کفار کے آگے پیٹھ پھیر کر بھاگے۔

اسی آیت میں دو صورتیں اس حکم عدم جواز سے مستثنیٰ کر دی گئی ہیں۔ اور درحقیقت ان دونوں
صورتوں میں فرار ہے بھی نہیں۔ فرار اور بھگدڑ تو وہ ہے جو جنگی مقصد کے لئے نہیں بلکہ محض بُزدلی اور

شکست خوردگی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور اس لئے ہوا کرتی ہے کہ جھگڑے آدمی کو اپنے مقصد کی برائیت جان زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ وہ دونوں صورتیں یہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ پتیرا بدلنے اور ایک جنگی چال چلانے کی نیت سے پیچھے کو آئے تاکہ پھر مناسب موقع دیکھ کر ایک فیصلہ کن حملہ کیا جائے متحرفاً قتال کا یہ معنی ہے۔ اور یا دشمن کے شدید دباؤ کی وجہ سے ایک مرتب و منظم پیاپی اس لئے اختیار کی جائے کہ اس کا مقصد اپنے عقبی مرکز کی طرف پلٹنا یا اپنے ہی فوج کے کسی دوسرے حصہ سے جا ملنا ہو۔ اور متحیزاً الحافۃ سے یہی مراد ہے۔

اسی سورۃ انفال کی ایک آیت فان یکن منکم مائۃ صابرون یغلبوا مائتین جو ان یکن منکم الف یغلبوا الفین باذن اللہ واللہ مع الصابین سے معلوم ہوا کہ میدان جنگ میں ایک مسلمان کو کم از کم دو دشمنوں پر بھاری ہونا چاہئے۔ پس اگر دشمن دُگنے سے بھی زیادہ ہوں اور مسلمان لڑنے میں مصلحت نہ سمجھیں تو ایسا کر سکتے ہیں لیکن اس صورت میں عزیمت یہی ہوگی کہ خدا پر بھروسہ رکھیں اور لڑنے سے منہ نہ موڑیں جھنود صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اور اس کے بعد خلفاء راشدین کے عہد میں صحابہ کرام نے متعدد غزوات میں اپنے سے چند گنا زیادہ لشکروں کا مقابلہ کیا۔ اور آخر دم تک مردانہ وار لڑتے رہے۔ تو کل اعتماد علی اللہ کی برکت سے پھر ہر میدان میں اُن کو

محیط العقول کا میا بی بھی نصیب ہوتی رہی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ
وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ
تَسْمَعُونَ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ
قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ
إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الضَّمَمُ
الْبَاسِرُ الَّذِينَ لَا يُعْقِلُونَ

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور حکم سننے کے بعد اس سے سترائی نہ کرو۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے کہا کہ تو یہ کہ ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے۔ یقیناً خدا کے نزدیک بدترین قسم کے جانور وہ ہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔

ف - آیت مندرجہ بالا میں سننے سے مراد وہ سننا ہے جو ماننے اور قبول کرنے کے معنی میں ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تمہاری روش ان لوگوں کی طرح نہ ہونی چاہئے جن کے سامنے جب اللہ تعالیٰ کے احکام و قوانین ماننے کے لئے پیش کئے جاتے ہیں اور آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ تو

وہ جواب میں زبان سے تو یوں کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے ان سب باتوں کو خوب اچھی طرح سنا اور قبول کیا۔ اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ ان احکام کو مانیں گے۔ لیکن اس زبانی اقرار کیساتھ ان کا عملی اقرار بالکل نہیں اور حقیقت میں وہ سنتے نہیں یعنی مانتے نہیں۔ اور نافرمان ہیں مسلمانوں کو ان لوگوں کی طرح ہونے سے روکا گیا۔ اور بتایا گیا کہ تم سے علاوہ اطاعت احکام خدا اور رسول کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ صرف زبانی اقرار اور عمل سے فرار بہ اطاعت خدا و رسول نہیں۔ اور نہ یہ ایمان کا تقاضا ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حق سے یوں منہ موڑنے والے اور سرکشی کرنے والے بدترین خلائق ہیں۔ جو نہ حق سنتے ہیں نہ حق بولتے ہیں۔ جن کے کان اور جن کے منہ حق کے لئے بھرے اور گونگے ہیں الذین قالوا سمعنا وھم لا یسمعون میں اہل کتاب کی طرف اشارہ ہے۔ کہ تورات و انجیل سنتے تھے۔ مگر حقیقت نہیں سنتے تھے کیونکہ اگر سمجھ کر سنتے اور مان کر سنتے تو عمل کرتے۔

افسوس کی بات ہے کہ آج کل ہم مسلمانوں کا قرآن سننا بھی ویسا ہی سننا ہو گیا ہے۔ اول تو کوئی قرآن سننا سنا تا نہیں۔ ہم کو ریڈیو کی غزلوں ڈراموں، دروالیوں سے کہاں فرصت ملتی ہے۔ یا دوسری لا یعنی باتوں سے کہاں وقت بچا سکتے ہیں کہ قرآن مجید کی آیتوں کے سننے کیلئے متوجہ ہو سکیں۔ لیکن جو کبھی قرآن مجید سنتے بھی ہیں وہ بھی یہ سمجھتے ہیں کہ جن حرفوں کی آوازوں سے قرآن کے الفاظ بنے ہیں انہیں کسی نہ کسی طرح کان میں ڈال لینا سماعت قرآن ہے۔ اس سے زیادہ کسی بات کی ضرورت نہیں۔ نہ معافی و مطالبہ سمجھنے کی ضرورت اور نہ ان پر عمل کرنے کی۔ خداوند تعالیٰ ہم کو قرآن مجید سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجالایا کرو جبکہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلا تے ہوں۔ اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی کے اور اس کے قلب کے درمیان میں اور بلاشبہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ
وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ
وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ
وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَٰهٌ تُحْشَرُونَ ٣٤

(الفال ۳۴)

اس آیت میں مسلمانوں سے خطاب کر کے اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو ذکر فرمایا کہ پیغمبر اسلام کی یہ ساری دعوت اور تم سے احکام خدا و رسول کی اطاعت کا مطالبہ اس لئے ہے کہ تمہیں زندہ کرے یعنی وہ انسانیت اعلیٰ کے انبعاث و قیام کی ایک دعوت ہے۔ اور واقعی اگر غور کر کے دیکھا جائے تو یہی

معلوم ہوتا ہے کہ اس دعوت نے اس وقت کی تمام مُردہ جماعتوں اور بے جان افراد کو کس طرح گمنامی کی قبروں سے اٹھا کر زندگی کے میدانوں میں متحرک کر دیا تھا؟ اس سے بڑھ کر مُردوں کو جلانا اور بے حس و حرکت لاشوں میں روح پھونک کر اُن کو زندہ کرنا اور کیا ہو گا۔ کہ عرب کے شتر بانوں میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ، عائشہؓ و ابو عبیدہؓ، طلحہؓ و زبیرؓ، خالدؓ و سعدؓ، ابن الحارثؓ و معاویہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جیسے اکابرِ عالم، فقہاء امت، سردارانِ فوج اور مردانِ سیاست پیدا ہو گئے۔ اور پچاس برس کے اندر کہہ ارضی کی سب سے بڑی مہذب و اشرف قوم عرب کے وہ وحشی تھے۔ اور اُن صحرائیوں کے سامنے قیصر و کسریٰ کو سرنگون ہونا پڑا۔ اور اُن کا رعب دنیا کی دوسری قوموں پر ایسا بیٹھ گیا کہ اُن کے ساتھ صلح و مفاہمت ہی میں انہوں نے اپنی بھلائی دیکھی اور خراج و جزیہ دے کر معاہدہ زندگی گزارنے لگے۔

زندگی بخشنے والی اور ترقی کی شاہراہوں پر چلانے والی وہ باتیں جن کی طرف اللہ اور اللہ کے رسول نے دنیا بھر کے انسانوں کو عموماً اور امتِ اجابت یعنی مومنین کو خصوصاً دعوت دی۔ صرف اُس وقت کے لوگوں کے لئے خاص نہیں تھیں۔ بلکہ قیامت تک ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں اور ہر قوم میں وہ حیات بخش ثابت ہوئی ہیں اور ہو سکتی ہیں۔ لہذا موجودہ دُور میں پریشان حال اور مصائب و محن میں مبتلا مسلمانوں کو خاص طور سے اس نکتہ پر غور کرنا چاہئے۔ اور اس طلب میں پڑنا چاہئے۔ کہ اپنی مُردہ و بے جان قوم میں کس طرح پھر وہ روح پھونکی جاسکتی ہے جس کے پھونکنے جانے سے عزت کی مُردہ قوم ایک اعجازی شان کے ساتھ زندہ ہو گئی تھی۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید کا مطالعہ اور اس کے حقائق و معارف پر غور کرنا اور جو کچھ اس سے صحیح طور پر سمجھا جائے اس پر بلا کم و کاست کا رہند ہونا سب سے پہلا مرحلہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کے مطالب و معانی سمجھنے اور آیتوں کی عملی تشریح و تفسیر سے واقف ہونے کے لئے احادیث نبوی کا فائزہ مطالعہ اور صحابہ کرام کے طرز زندگی اور دورِ خلافت راشدہ کے واقعات و حالات سے واقفیت ایک ضروری امر ہے۔

اجامی طور سے قرآن مجید اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند واضح اور صریح احکام اور اہم ادا امر و نواہی کا ذکر کر دیتا ہوں۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کی طرف اللہ اور اللہ کے رسول نے مسلمانوں کو دعوت دی ہے اور ان پر عمل کرنے سے مسلمانوں کو زندگی مل سکتی ہے۔ اور پاکستان کی حکومت اور

پاکستانی قوم کی ترقی و بہبودی ان کے مطالبی زندگی گزارنے ہی کے ساتھ وابستہ ہے۔ یالیت قومی
یعلمون کاش کہ میری قوم اس حقیقت کو جانتی۔

۱۔ میری قوم؟ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو
اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔

حکومت نہیں ہے کسی کی سوائے اللہ کے۔ اس نے
فرما دیا کہ عبادت نہ کرو مگر صرف اسی کی۔ یہی کہتے
سیدھا لیکن بہت لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے

توحید (۱) يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ
مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ
(۲) اِنْ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ؕ اَمْرًاۤى لَا
تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ
الْقَيِّمُ وَلٰكِنْ اَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ

رہنمود ۵

آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ ایک بات
کی طرف جو برابر ہے ہم میں اور تم میں کہ بندگی
نہ کریں ہم مگر اللہ کی اور نہ شریک نہ ٹھہرا دیں
اس کا کسی کو۔ اور نہ بناوے کوئی کسی کو
رب سوائے اللہ کے۔

نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول مگر اس کو
یہی حکم بھیجا کہ بات یوں ہے کہ کسی کی بندگی نہیں
سوائے میرے۔ سو میری ہی بندگی کرو۔

(۳) قُلْ يَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا
اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِلَّا
لِنَعْبُدَ اللَّهَ ؕ اِلَّا اللَّهُ ؕ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ
شَيْۤا ؕ وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا
مِّنْ دُوْنِ اللَّهِ ؕ (آل عمران ۷۰)
(۴) وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ
رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهُ لَا اِلَهَ اِلَّا
اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ؕ (انبیاء ۲۱)

یہ چند آیتیں بطور مثال پیش کی گئیں درنہ قرآن مجید میں بے شمار آیتیں اس مضمون کی موجود ہیں۔
جن میں انسانوں کو یہ حقیقت بار بار سمجھا دی گئی ہے۔ کہ صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت چاہئے اور
وہ ہی حاکم ہے۔ اس کے سوا کسی اور کی بندگی و اطاعت نہیں۔ اور نہ کسی اور کے قانون کے مطابق
زندگی گزارنا ہے۔ بلکہ قرآن مجید کا تو یہ مرکزی مضمون ہے۔ اور قرآن نے صاف طور سے بتا دیا ہے کہ
اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی رسول جس قوم کے پاس آیا اُس نے یہی دعوت پیش کی اور اُس نے قوم
کی بہتر قسم کی اصلاح کی کوشش اس بنیاد پر کی کہ اُس کے قلوب و اذان میں یہ بات اچھی طرح
جاگزیں کی جائے۔ کہ ایک اللہ کے سوا اور کوئی مستحق عبادت نہیں۔ اور بندگی و اطاعت صرف اسی

کی ہوتی چاہئے۔ اس نبیاء کو حکم کرنے کے بعد ہی اخلاقی عملی۔ اصلاحات ہو سکتی ہیں اور کسی قوم کو سنوارا جاسکتا ہے۔

مندرجہ بالا آیتوں سے بھی یہی چیز ثابت ہوتی ہے۔ صرف خدا کی عبادت اور صرف خدا کی بندگی و اطاعت کا مطلب صرف اتنا نہیں کہ ہم صرف اپنے پرائیویٹ اور انفرادی معاملات میں خدا کا کوئی حکم مانیں یا کبھی مسجد میں چند منٹوں کیلئے جا کر پوجا کی ایک رسم سی ادا کر کے واپس آئیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم سب اس خدا کو اپنا آقا تسلیم کریں جو ہمارا اور اس تمام کائنات کا خالق مالک اور حاکم ہے۔ ہم اس سے آزاد اور بے نیاز بن کر نہیں بلکہ اس کے تابع فرمان اور اس کی رہنمائی کے پیروں بن کر زندگی بسر کریں۔ ہم صرف اس کی پوجا ہی نہ کریں بلکہ اس کی اطاعت اور بندگی بھی کریں۔ ہم صرف فرداً فرداً اپنی پرائیویٹ حقیقت ہی میں اس کے احکام اور ہدایات کے پابند نہ ہوں بلکہ اپنی اجتماعی زندگی کے بھی ہر پہلو میں اسی کے پابند ہوں۔ ہماری معاشرت ہمارا تمدن ہماری معیشت ہمارا نظام تعلیم و تربیت ہمارے قوانین۔ ہماری عدالتیں۔ ہماری حکومت ہماری صلح و جنگ اور ہمارے بین الاقوامی تعلقات سب کے سب ان اصولوں اور حدود کے پابند ہوں جو خدا نے مقرر کئے ہیں۔ ہم اپنے دنیوی معاملات کو طے کرنی اور تجارتی صنعتی کاروبار میں بالکل آزاد نہ ہوں بلکہ ہماری آزادی ان سرحدوں کے اندر محدود ہو جو خدا کے مقرر کئے ہوئے اصول اور حدود نے کھینچ دی ہیں۔ یہ اصولی اور حدود ہر حال میں ہمارے اختیارات سے بالاتر رہیں۔ اور ہم کسی طرح ان میں کوئی کمی بیشی نہ کر سکیں۔

آیت دوم اور اس طرح کی بعض دوسری صاف و صریح آیتوں سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے۔ کہ حکومت و بادشاہی صرف اس اللہ کا حق ہے جسے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ جو ان کی پرورش اور بالیدگی کا سامان کر رہا ہے۔ جن کے سہارے پر ان کی اور ساری دنیا کی ہستی قائم ہے۔ اور جس کے زبردست قانون تکوینی کی گرفت میں کائنات کی ایک ایک چیز جکڑی ہوئی ہے اس کی واقعی اور حقیقی بادشاہی و حاکمیت کے اندر جس بادشاہی کا بھی دعویٰ کیا جائے گا۔ خواہ وہ ایک شخص اور ایک خاندان کی بادشاہی ہو۔ یا ایک قوم اور اس کے عوام کی (یعنی حاکمیت جمہور کا نظریہ) ہر حال وہ ایک غلط فہمی کے سوا کچھ نہ ہو گا اور اس غلط فہمی کی چوٹ اصل بادشاہ پر نہیں بلکہ اس حق مدعی پر پڑے گی۔ جن نے اپنی قدر خود نہ پہچانی اور مقام بندگی کو چھوڑ کر مقام خدائی اختیار کرنے کی خواہش کی۔

اس حقیقت کی موجودگی میں صحیح بھی یہی ہے اور نتائج کے اعتبار سے انسان کی بھلائی بھی اسی میں ہے کہ خدا کو حاکم و قانون ساز مان کر انسانی زندگی کا نظام حکومت خلافت و نیابت الہی کے نظریہ پر بنایا جائے۔ یہ خلافت بلاشبہ جمہوری ہونی چاہئے۔ جمہور کی رائے ہی سے اصول اسلامی کی روشنی میں حکومت کے امیر یا ناظم اعلیٰ کا انتخاب ہونا چاہئے۔ انہی کی رائے سے اہل شوریٰ منتخب ہونے چاہئیں۔ انہی کے مشورے سے حکومت کے سارے انتظامات طے چاہئیں۔ اور ان کو تنقید و احتساب کا کھڑا حق ہونا چاہئے۔ لیکن یہ سب کچھ اس احساس و شعور کے ساتھ ہونا چاہئے کہ ملک خدا کا ہے۔ ہم مالک نہیں بلکہ نائب ہیں۔ اور ہمیں اپنے ہر کام کا حساب اصل مالک کو دینا ہے۔ نیز وہ اخلاقی اصول اور قانونی احکام اور حدود اپنی جگہ اہل ہونے چاہئیں جو خدا نے ہماری زندگی کیلئے مقرر کر دئے ہیں۔ ہماری پارلیمنٹ کا اساسی نظریہ یہ ہونا چاہئے کہ جن امور میں خدا نے ہمیں ہدایات دی ہیں ان میں ہم قانون سازی نہیں کریں گے بلکہ ہمارا کام ان قوانین کی تنقید و اجرا ہے اور اپنی ضروریات کے لئے خدا کی ان ہدایات سے تفصیلی قوانین اخذ کریں گے۔ اور جن امور میں خدا تعالیٰ نے ہدایات نہیں دی ہیں ان میں ہم یہ سمجھیں گے کہ خدا نے خود ہی ہم کو ان امور میں آزادی عمل بخشی ہے گویا ان امور کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت یہ ہے۔ کہ ان مباحات میں تم اپنی صوابدید اور موقع و محل کے اعتبار سے عمل کر سکتے ہو۔ اس لئے صرف انہی امور میں ہم باہمی مشورے سے قوانین بنائیں گے۔ مگر یہ قوانین ارزاں اس مجموعی سانچے کے مزاج سے مطابقت رکھنے والے ہونگے۔ جو خدا کی اصولی ہدایات نے ہمارے لئے بنا دیا ہے۔ پھر یہ ضروری ہے کہ اس پورے نظام تمدن و سیاست کی کارفرمائی اور اس کا انتظام ان لوگوں کے سپرد ہو جو خدا سے ڈرنے والے اور اس کی اطاعت کرنے والے اور ہر کام میں اس کی رضا چاہنے والے ہوں۔ جن کی زندگی گواہ ہو کہ وہ خدا کے حضور اپنی پیشی اور جواب دہی کا یقین رکھتے ہیں جن کی پبلک اور پرائیویٹ دونوں قسم کی زندگیوں سے یہ شہادت ملے۔ کہ وہ بے لگام گھوڑے کی طرح نہیں ہیں جو ہر کیفیت میں چرتا اور ہر حد کو بھگاندا پھرتا ہو بلکہ ایک الہی ضابطہ کی رسی سے بندھے ہوئے اور ایک پستی کے کھوٹے سے مربوط ہیں۔ اور ان کی ساری چلت پھرت اسی حد تک محدود ہے جہاں تک وہ رسی انہیں جانے دیتی ہے۔

عام انسانوں اور خصوصاً مسلمانان پاکستان کی خدمت میں ان باتوں میں سے جو حیات بخش

اور بام ترقی پر پہنچانے والی ہیں اور اللہ اور اللہ کے رسول نے اس کی دعوت دی ہے پہلا اور بنیادی نظریہ یہی مندرجہ بالا نظریہ زندگی ہے۔ اس لئے مسلمانان پاکستان کو تو خاص طور سے اپنی بھلائی اور فلاح و ترقی کے لئے جلد از جلد اسی نظریہ کے مطابق کام کرنا چاہئے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی آئینی زبان میں یہ طے کرے کہ

(۱) پاکستان کی حکومت و بادشاہی خداوند تعالیٰ ہے (۲) تمام انفرادی، اجتماعی، سیاسی، معاشی وغیرہ امور میں اللہ تعالیٰ کے قوانین و ضوابط کی پوری پوری اطاعت کی جائے گی (۳) نظریہ خلافت و نیابت کے مطابق جمہور مسلمین کی رائے و مشورہ سے نیک و خدا ترس اور فرض شناس بندے نظام حکومت کو چلائیں گے۔ اور قوانین و احکام خداوندی کو ملک میں نافذ و جاری کریں گے (۴) البتہ مباحات کے دائرہ اور انتظامی معاملات میں اسلامی مزاج اور خداوندی اصول کا لحاظ رکھتے ہوئے باہمی مشورہ سے انتظام چلائے رہیں گے۔

جس طرح توحید اور حاکمیت خداوند تعالیٰ کا یہ مضمون قرآن مجید

عقیدہ آخرت کی پختگی

اور احادیث نبوی کا ایک مرکزی مضمون اور تمام نیکیوں اور بھلائیوں کی جڑ ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں بار بار بڑی اہمیت کے ساتھ طرح طرح کی توضیحات اور قسم قسم کی تفصیلات کے پیرایہ میں عقیدہ آخرت کو سمجھا یا گیا ہے۔ اور غور کر کے دیکھا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ آخرت کا انکار یا اقرار آخرت کی فراہمی یا ہرقت اس کا انحصار انسان کی زندگی میں ایک فیصلہ کن اثر رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص آخرت کو نہیں مانتا اور جو اس کے عقیدہ میں جو کچھ رنج و حسرت ہے۔ بس اسی عالم میں ہے مرنے کے بعد بالکل سلسلہ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ وہ خدا کو ماننے اور اس کی مرضی کے مطابق چلنے کو بے نتیجہ سمجھتا ہے اس کے نزدیک نہ تو خدا کی فرمان برداری کا کوئی فائدہ ہے اور نہ اس کی نافرمانی کا کوئی نقصان۔ پھر کیوں کر ممکن ہے کہ وہ ان احکام کی اطاعت کرے جو خدا نے اپنے رسولوں اور اپنی کتابوں کے ذریعہ سے دئے ہیں۔ بالفرض اگر اس نے خدا کو مان بھی لیا ہے۔ تو ایسا مانتا بالکل بے کار ہو گا۔ کیونکہ وہ خدا کے قانون کی اطاعت نہ کرے گا۔ اور اس کی مرضی کے مطابق نہ چلے گا۔ اور جو آخرت کو لکھا ہے مانتا ہے اس کے نزدیک لازماً خدا کو ماننے اور اسی کی مرضی کے مطابق چلنے سے ایک اچھا نتیجہ نکلتا ہے اور خدا کی فرمان برداری میں ایک فائدہ ہے۔ اور خدا کو نہ ماننے اور اسی کی مرضی کے مطابق نہ چلنے میں ایک

بڑا نتیجہ ہے اور نافرمانی کا بہت بڑا نقصان؟ اس لئے عقیدہ آخرت کا استحضار اُسے اُن کاموں سے روکے گا جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے اور اپنی کتابوں میں منع فرمایا ہے اور اُن احکام کی اطاعت میں بڑی سرگرمی دکھائے گا جو خدا و رسول نے پیش فرمائے ہیں۔ اس لئے حیات بخش باتوں اور قوم میں نیک عملی کی تحریک پیدا کرنے والی چیزوں میں ایک اہم چیز عقیدہ آخرت ہے۔ آخرت کا ماننا اور اس کا ہر وقت استحضار اطاعت احکام خدا و رسول کے لئے ایک بہترین نسخہ ہے۔ آخرت کے متعلق جن جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے وہ یہ ہیں۔

- (۱) ایک دن اللہ تعالیٰ تمام عالم اور اس کی مخلوقات کو مٹا دے گا۔ اس دن کا نام قیامت ہے۔
- (۲) پھر وہ سب کو ایک دوسری زندگی بخشے گا اور سب اللہ کے سامنے حاضر ہونگے۔ اس کو حشر کہتے ہیں۔
- (۳) تمام لوگوں نے اپنی دنیوی زندگی میں جو کچھ کیا ہے۔ اس کا پورا نامہ اعمال خدا کی عدالت میں پیش ہوگا۔
- (۴) اللہ تعالیٰ ہر شخص کے اچھے اور بُرے اعمال وزن فرمائے گا جن کی بھلائی خدا کی میزان میں بُرائی سے زیادہ وزنی ہوگی اس کو بخش دیگا اور جس کی بُرائی کا پلہ بھاری رہے گا اُسے سزا دے گا۔
- (۵) جن لوگوں کی بخشش ہو جائے گی۔ وہ جنت میں جائیں گے اور جن کو سزا دی جائے گی وہ دوزخ میں جائیں گے۔ ہمارے مسلمان بھائیوں کو چاہئے کہ وہ زندگی کے ہر مرحلہ میں اور ہر شعبہ میں کوئی کام کرتے وقت یا چھوڑتے وقت اس عقیدہ آخرت کا استحضار رکھیں۔ اور اپنے دل میں اس عقیدہ کو اس قدر راسخ اور امٹ کریں کہ یوم الحساب کا نقشہ اور دربار خلوندی میں اپنی حاضری اور اعمال نیک و بد کی جواب دہی کا تصور ہر وقت سامنے ہو۔ افراد و اقوام کو ہر بے راہ روی اور ظلم و ظغیان سے روکنے کیلئے یہ عقیدہ ایک مضبوط بریک ہے۔ اور اسی سے زندگی خدا پرستانہ سانچہ میں ڈھل جاتی ہے۔ اور ہر طرح کی منافقت سے انسان بچ سکتا ہے۔

قرآن مجید کی آیت واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبه الخ۔

نمنا میں اسی مضمون کو اشارہ فرمایا گیا ہے۔ نفاق کی روش سے انسان کو بچانے کیلئے اگر کوئی سب سے زیادہ مؤثر تدبیر ہے۔ تو وہ صرف یہ ہے کہ دو عقیدے انسان کے

ذہن نشین ہو جائیں۔ ایک یہ کہ معاملہ اس خدا کے ساتھ ہے جو دلوں کے حال تک جانتا ہے جو ایسا راز دان ہے کہ آدمی اپنے دل میں جو نیتیں جو خواہشیں جو اغراض و مقاصد اور جو خیالات چھپا کر رکھتا ہے وہ بھی اس پر عیاں ہیں دوسرے یہ کہ جانا بہر حال خدا کے سامنے ہے اس سے چکر کہیں بھاگ نہیں سکتے یہ دو عقیدے جتنے زیادہ

پختہ ہو گئے۔ اتنا ہی انسان نفاق سے دور رہے گا۔ اس لئے قرآن مجید میں منافقت کے خلاف وعظ و نصیحت کے سلسلے میں ان دو عقیدوں کا ذکر بار بار آتا ہے۔

مندرجہ بالا سطور میں یہ بنیادی حقیقت بتادی گئی ہے۔ کہ ایک اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہیں ہونی چاہئے۔ اور عبادت کا مطلب یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں خدا تعالیٰ کے احکام کی اطاعت و فرمان برداری کی جائے۔ ایک کامل مرد مسلم جو نہیں گھٹے عابد ہوتا ہے جب وہ مسجد میں ہوتا ہے تو بھی عبادت گزار ہے اور اگر بازار میں اپنی دکان پر بیٹھا ہوا احکام الہی کے مطابق تجارت کر رہا ہے تو وہ بھی اس کی عبادت ہے۔ اگر گھر میں اپنی بیوی اور بال بچوں کے ساتھ شرعی حقوق سمجھتا ہوا اور حکم خداوندی کی تعمیل کی نیت سے ہنسا اور گفتگو کرتا ہے تو اس کا یہ فعل بھی عبادت ہے۔ اور اگر میدان جنگ میں اللہ تعالیٰ کے دین کی سر بلندی اور اعلا حق کی خاطر بندوق چلاتا۔ اور کافروں کو قتل کرتا ہے تو یہ بھی عبادت میں داخل ہے۔ اسلام کا مقصد مسلمان کو ایسا ہی عبادت گزار بندہ بنانا ہے۔ اس غرض کے لئے اسلام میں چند ایسی عبادتیں فرض کی گئی ہیں۔ جو انسان کو اس بڑی عبادت کے لئے تیار کرتی ہیں گویا یوں سمجھو کہ یہ خاص عبادتیں اس بڑی عبادت ٹریننگ کورس کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جو شخص یہ مشق ایسی طرح کرے گا وہ اس بڑی عبادت کو اتنی ہی اچھی طرح ادا کر سکے گا۔ اسی لئے ان خاص عبادتوں کو فرض عین قرار دیا گیا ہے۔ اور انہیں ارکان دین یعنی ”دین کے ستون“ کہا گیا ہے جس طرح ایک عمارت چند ستونوں پر قائم ہوتی ہے۔ اسی طرح اسلامی زندگی کی عمارت بھی ان ستونوں پر قائم ہے۔ ان کو توڑو گے تو اسلامی عمارت کو گرادو گے۔

ان فرائض میں سب سے پہلا اور اہم فرض نماز ہے۔ اس کے بارے میں قرآن مجید میں بار بار تاکید کی گئی ہے۔ آپ قرآن مجید اٹھا کر مطالعہ کریں۔ بہت سے مقامات پر آپ کھڑکی حکم اُتیموا الصلوٰۃ (نماز کی پابندی کرو) لکھا ہوا ہے گا۔ نماز چونکہ اہم الفرائض اور رأس العبادات ہے۔ اس لئے اس کے بارے میں نصوص قرآن و حدیث میں خاص تاکید الی الفاظ موجود ہیں ان میں سے چند آیتوں اور حدیثوں کو۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اشاعت میں پیش کر دوں گا۔ (باقی آئندہ)

شمس الاسلام میں اشتہار دینا کلید کامیابی ہے

باب الاستفسارات

استفتاء ۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سے نکاح سے چند روز پہلے مندرجہ ذیل نمونہ کا اقرار نامہ تحریر کر لیا گیا۔

منکہ غلام جان ولد اسم خاں قوم تنوکی سکھ جوں کا ہوں بصحت عقل و ہوش کے اقرار کرتا ہوں اور لکھ دیتا ہوں کہ مسات محمد جان دختر شاہ نواز جو کہ بروئے شریعت محمدی میری زوجیت میں آئی ہے اقرار کرتا ہوں کہ اگر مسات مذکور کے اوپر دوسری شادی کروں تو یہ مسات مذکور مثلثہ طلاق ہے۔

اس اقرار نامہ کے کئی دن بعد نکاح پڑھا گیا۔ اب اس غلام جان مذکور نے مسات محمد جان کے اوپر نکاح یعنی دوسری شادی کر لی ہے۔ کیا اب اس پر پہلی بیوی طلاق ہو جائیگی یا نہ۔ (محمد اسحاق ہزارہ)

الجواب ۱۔ منجانب دارالافتاء مجلس مرکزیہ حزب الانصار بھیرہ (پاکستان)

سوال سے یہ صراحتہ معلوم نہیں ہوتا کہ اقرار نامہ نکاح سے مقدم لکھا گیا ہے یا بعد میں۔ اگر اقرار نامہ نکاح سے پہلے لکھا گیا ہے تو دوسرا نکاح کرنے سے پہلی بیوی کو طلاق نہ ہوگی۔ اگر اقرار نامہ نکاح سے پیچھے لکھا گیا ہے تو دوسرا نکاح کرنے سے پہلی بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔

استفتاء ۲۔ کیا فرماتے علمائے دین و مفتیان شرع متین اندیس مسئلہ کہ مؤذن کے اذان دیتے وقت سامعین اشہدان محمد الرسول اللہ اپنے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے چوم کر اپنی آنکھوں پر لگاتے ہیں۔ کیا یہ طریقہ کسی کتب احادیث یا فقہ میں مذکور ہے۔ یا ہمارے مذہب حنفیہ کے نزدیک یہ طریقہ مذکور جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب ۲۔ بعض فقہانے اس کو مستحب لکھا ہے۔ اس واسطے ناعل و اراک قابل ملامت نہیں ہیں۔

استفتاء ۳۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکا جس کی عمر پندرہ سال سے ایک دو ماہ زائد ہے۔ لیکن آثار بلوغت اس میں نہیں پائے جاتے۔ کیا یہ لڑکا اپنی منکوہ بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔ اور اس کے طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جائیگی یا نہ۔

الجواب ۳۔ جبکہ لڑکے کی عمر پندرہ سال سے زائد ہو چکی ہے۔ تو وہ شرعی بالغ ہے۔ اسکی طلاق صحیح ہوگی قالہ اذاتہ للخلع و الجارية خمس عشی و سنتہ فقد بلغا ہایہ آخرین جلد ۲ کتاب الجرضل جلد ۱ و فتاویٰ فیصلی ہر ہے۔

باب التقریظ والانتقاد

آفتاب نبوت | پتہ بندر روڈ پی بی ۵۶۸ کراچی - ادارہ تحریر مولانا محمد ادریس انصاری

مولانا مفتی محمد الیاس حسینی - چند سالانہ چار روپیہ - فی پرچہ چھ آنے۔

”آفتاب نبوت“ ایک خالص دینی مذہبی اور اصلاحی رسالہ ہے جو دارالحکومت کراچی سے ماہوار شائع ہوتا ہے۔ اس رسالہ کی جلد ۲ کا سالہ نمبر ۳ بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۸۶ھ ہمارے پیش نظر ہے۔ ہم نے اس کی فہرست مضامین پر نگاہ ڈالی اور اس کا ہر عنوان و لکش نظر آیا۔ مختلف مقامات سے مضامین و مقالات کا مطالعہ کیا جس سے طبیعت بہت خوش ہوئی۔ غرض ایک مذہبی اور تبلیغی رسالہ میں جو خوبیاں ہو سکتی ہیں وہ سب اس میں موجود ہیں۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ادارہ رسالہ ”آفتاب نبوت“ کو بیش از بیش ہمت و توفیق عطا فرمائے کہ وہ اس رسالہ کو مزید غریبوں کا حامل بناسکیں اور ٹھوس علمی مضامین اور اصلاحی مقالات کے ذریعہ سے اسلام کی کڑوں کو ہر گھڑ تک پہنچا سکیں اور اس آفتاب عالمتاب کی روشنیوں سے اس تاریک ماحول کو منور و تابان کر سکیں۔ ان مخلصانہ دعاؤں کے ساتھ مسلمان بھائیوں کی خدمت میں بھی عرض کرتے ہیں کہ وہ رسالہ کی خریداری قبول کر کے اپنے لئے دینی استفادہ اور مذہبی معلومات حاصل کرنے کا سامان ہیا کریں اور نیز ادارہ کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔

نشان راہ | یہ مہفتہ دار اخبار کراچی سے ابن احمد قرنی ایم اے - اور منہاج طلوی

بی اے کی ادارت میں کچھ عرصہ سے شائع ہو رہا ہے۔ یہ اخبار اسلامی

طرز فکر و عمل کا داعی اور جماعت اسلامی کا غیر سرکاری ترجمان ہے۔ مردانِ راہ دان کی گرفتاری ”تنبیہ و کوشش“ کے چشمہ صافی اور حوضِ رحمت کو بند کرنے اور ”جہان نو“ کو پیدا ہوتے ہی

”نشان راہ“ باقی رہ گیا ہے۔ خدا کرے کہ اس کی زندگی دراز ہو۔ اس اخبار میں دوسرے مذہبی - اصلاحی اور قلوب کو گرام کرنے والے اور اسلامی تڑپ پیدا کرنے والے مضامین و مقالات

کے علاوہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تفسیر تفہیم القرآن بالاقساط شائع ہوتی ہے۔ چنانچہ
 ۱۰۔ الکوثر کے پیش نظر پرچہ میں سورہ بقدر کے آخری رکوع اور سورہ ال عمران کی ابتدائی
 آیات کا ترجمہ و تفسیر درج ہے۔ اس اخبار میں مختصر طور سے ہفتہ بھر کی اہم خبریں اور اخبار عالم کے
 عنوان سے دنیا کے دوسرے ممالک کے حالات پر سیاسی تبصرہ بھی ہوتا ہے۔ ہم تمام مسلمان بھائیوں
 سے پر زور سفارش کرتے ہیں کہ وہ اس اخبار کو خود بھی پڑھا کریں اور اس کی نکثیر اشاعت میں خاص کوشش
 بھی کریں۔ سالانہ چندہ چھ روپیہ اور ششماہی تین روپیہ ہے۔

ملنے کا پتہ یہ ہے: دفتر ”نشان راہ“ ایم اے غلا فریئر روڈ کراچی۔

کامل مسلمان اور حقیقی مہاجر

(مولانا محمد عبدالحلیم صاحب صاحب فاسمی لاہور)

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ”مسلمان کامل وہ ہے
 جس کا زبان اللہ کے مسلمان محفوظ رہیں۔ اور ہا جو شخص ہے جو ہر اس چیز کو چھوڑ دے جس سے اللہ نے منع کیا
 ہے (بخاری) مسلم کے معنی اللہ کی اطاعت کرنیوالے کے ہیں اور عام طور پر مسلم اس شخص کو کہا جاتا ہے جو
 اللہ کے دین اور اس کے بتائے ہوئے احکام کا زبانی اقرار اور عملاً پابندی کرے یہاں پر اس کے جو ایک
 مخصوص معنی بیان کئے گئے ہیں اس سے مقصد یہ ہے کہ مسلم کا لفظ سلم سے بنا ہے اور اس کے اصل میں سلامتی
 کے معنی ہیں اس اعتبار سے مسلم کے معنی کسی دوسرے کو سلامتی دینے والا ہوتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ جس نام
 سے کسی چیز کو پھلایا جائے اگر وہ چیز اپنے اس نام کے مقصد کو ہی پورا نہ کرے تو اس کو اسی نام سے پکارا جانے کا
 کیا حق ہو سکتا ہے مسلم کے لئے اول تو یہ ضروری ہے کہ تمام عالم میں اس کی ذات سے کسی کو نقصان کا اندیشہ
 نہ ہو کیونکہ انسان کی انسانیت اس چیز کی مقتضی ہے اور اسی چیز کی ہدایت اس کو مذہب اسلام نے دی ہے۔
 لیکن اگر انسان کم سے کم حیثیت بھی حاصل کرے تو اس کے لئے یہ تو ضروری ہے کہ ان لوگوں سے تو اس کا

برتاؤ اچھا ہے جو مقصد میں اس کے ساتھ متحد ہیں۔ اور اسی کے خیال اور اعتقاد کے حامی ہیں اسی خدا و رسول کو مانتے ہیں۔ اور انہی احکام پر عمل کرتے ہیں۔ اسی واسطے کم سے کم مرتبہ کو متعین کیا گیا ہے۔ تاکہ اگر اس سے بھی کوئی شخص گر جائے تو اس کو اس کا یہ نام چھین جائے اسی طرح ہمارے عام مشہور معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص کسی شوق یا مجبوری کی وجہ سے اپنے گھر بار اور وطن کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلا جائے خصوصاً اگر خدا کی راہ میں ایسا کرنا پڑے اگر یہ صرف ایک مخصوص چیز ہے لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک عام صورت میں پیش کیا ہے۔ اور اس لفظ کی اصلیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس چیز کو واضح کر دیا کہ کسی شخص کے ہمارے لئے اتنا کافی نہیں کہ وہ وطن کو چھوڑ دے کیونکہ عموماً یہ چیز اس مجبور لڑائی جاتی ہے اور اگر کہ اپنی مرضی کا اس میں خل نہیں ہوتا۔ مگر بنابرین وہ دوسرے کچھ دھندوں کی مانند تو ضرور ہو جاتا ہے۔ اور اس کی یہ جبر یہ قربانی نہایت عزت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ لیکن اس سے اس کی کوئی عملی کارگزاری تو ثابت نہیں ہوتی حالانکہ اسلام اپنے ماننے والوں سے جس چیز کا مطالبہ ایمان کے ساتھ کرتا ہے وہ ”عمل صالح“ ہے جس کے بغیر ایمان بھی اپنے اکثر فوائد ضائع کر دیتا ہے لیکن اگر یہ ترک وطن ایک عملی کارگزاری اور اختیاری قربانی بھی سمجھی جائے جیسا کہ بعض صورتوں میں ہوتا ہے تو یہی یہ راہ حق کی طرف ایک ایسا قدم ہے جو انسان کی ساری زندگی پر اثر انداز ہو سکتا ہے لیکن اس کی ساری زندگی کے اعمال کا بدلہ اور دوسرے تمام فرائض کا قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ یہ مستحسن قدم انسان کو ایک نیک نامی تو دے دیتا ہے کہ اس نے خدا کی راہ میں اپنا سب کچھ چھوڑ دیا لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے تمام فرائض ہیں ایک اور ایسی چیز کا اضافہ کر دیتا ہے جو دوسروں کے فرائض میں خل نہیں دے چیرے اپنی نیک نامی کو برقرار رکھنا کیونکہ ایسی اچھائی کہ چل کر کے ضائع کر دینا اس کے حاصل نہ کر سکنے سے زیادہ افسوسناک ہے اب اگر کوئی شخص خدا کی اطاعت کیلئے اس کی مخالف قوتوں سے بغاوت کرنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے یا ان طاقتوں کے حلقہٴ اقتدار سے نکلنے کے لئے اپنی تمام متاع دنیا کو قربان کر دے یا اس سے محروم کر دیا جائے اور پھر وہ اسی خدا کی نافرمانی کرنے لگے اور اس کے احکام کی پڑاؤ نہ کرے تو بتائیے کہ اس کی وہ قربانی شک و شبہ کی نظر سے کیوں نہ دیکھی جائے جس کا مقصد ہی خدا کی اطاعت بتایا گیا تھا حالانکہ اس کا عمل اس کے اس دعویٰ کے خلاف ہے اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ جب وہ اپنے نفس کو باز رکھنے کی معمولی قربانی نہیں کر سکتا تو اس کی اطاعت میں اس نے اتنی بڑی قربانی کیسے کی ہوگی اسی واسطے کہ رحمتہ للعالمین نے یہ چیز واضح کر دی کہ کوئی شخص ہمارے اسی وقت کہلا سکتا ہے جب وہ خدا کے نفع کئے ہمارے تمام کاموں سے بچا ہے اور انکو بالکل چھوڑ دے تاکہ اس کی ہجرت کا مقصد فوت نہ ہو جائے۔ واللہ اعلم بالصواب